© rasailojaraid.com

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عقل و نقل کی کسوٹی پر

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی .... جامعہ سلفیہ فیصل آباد

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس علیہ اللعنۃ کی پیشانی پر لعنت کا تمغہ سجادیا تو اس نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر بڑے متکبرانہ انداز میں یہ چیلنج کیا تھا کہ

فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم . ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین. (الاعراف ۱۷)

اے اللہ تو نے مجھے اس انسان کی وجہ سے گمراہ تو کر دیا (اپنے کرتوت نہیں دیکھتا بلکہ دوسروں کے ذمہ اپنی غلطیاں بھی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے) اب میں بھی تیرے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤنگا اور چاروں طرف سے اس انسان کو گمراہ کرونگا۔

اس چیلنج کے بعد شیطان ہمہ تن اس مقصد کے حصول کیلئے کوشاں ہے اور اس نے اپنا نیٹ ورک اتنا وسیع اور مضبوط بنایا ہوا ہے کہ جس سے بڑے بڑوں کا بچنا محال ہے مگر جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور وہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے ایسے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں کہ شیطان لاکھ کوشش کے باوجود ناکام رہتا ہے۔ شیطانی تدابیر میں سے سب سے زیادہ خطرناک جو طریقہ ہے وہ ہے انسان کو شرک و بدعت کے ذریعے سے گمراہ کرنا یہ گناہ کرنے والا تو بہ کا تو سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ اس کو گناہ سمجھتا ہی نہیں، اگر گناہ سمجھتا ہوتا تو کوئی نمازی، حاجی، روزے رکھنے والا متقی آدمی اس کا تصور بھی نہ کرتا اس لئے تو ابلیس نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ بزعم خویش بڑے سے بڑا متقی اور پرہیزگار بھی شرک و بدعت کو نیکی سمجھ کر کرتا رہتا ہے بلکہ اس کی اشاعت و ترویج کیلئے بھی کوشاں ہوتا ہے۔

حالانکہ کوئی ایسا کام نہیں جو انسان کیلئے مفید ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز قرار نہ دیا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا عمل ہے جو آدمی کیلئے دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث"

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) نبی و رسول لوگوں کیلئے طیبات (پاکیزہ) چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان کیلئے خبیث اور بری چیزوں کو حرام کر دیتا ہے۔ حلال اور حرام کا اختیار چونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جو مفید سمجھتے ہیں اس کی حلت اپنے پیغمبر ﷺ کو بتا کر اعلان اظہار کروا دیتے ہیں اور جو مضر ہوتی ہے اس کی حرمت کا اعلان کروا دیتے ہیں کیونکہ کسی بھی مشینری کی ضروریات کو جتنا اس کو بنانے والا انجینئر سمجھتا ہے کوئی دوسرا اس طرح نہیں سمجھ سکتا حتیٰ کہ وہ کاریگر جو اس کے متعلق ڈپلومہ ہولڈر ہو وہ بھی غلطی کر سکتا ہے یا اس کو سمجھنے میں دقت پیش آ سکتی ہے مگر اس مشینری کا خالق اس کے تمام "مالہ وما علیہ" سے کما حقہ واقف ہوتا ہے۔

انسان کا خالق چونکہ اللہ تعالیٰ ہے اس لئے اس کی تمام تر جسمانی، دنیاوی ضروریات کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا اور اس کو مفید اور مضر کی راہنمائی بھی فرمادی۔ اس طرح اس کی روحانی اور اخروی ضروریات سے بھی اس کو آگاہ کر دیا کہ:

"انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدھر ۳)"

اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے لئے مفید پسند کرے یا مضر اپنا لے۔

اور پھر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی اپنی امت کو بھلائی کی ایک ایک چیز سے آگاہ فرمایا جیسا کہ ناطق وحی پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انہ لم یکن نبی قبلی الا کان حقا علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ لھم وینذرھم شرما یعلمہ ھو (مسلم ۲/۱۲۶ . نسائی ۲/۱۷۷)

میرے سے پہلے تمام نبیوں پر بھی یہ حق تھا کہ وہ اپنی امت کیلئے جو بہتر سمجھتے انکی راہنمائی کرتے اور جو ان کیلئے برا سمجھتے تھے اس سے ان کو ڈراتے تھے۔

اس سے صاف اور واضح معلوم ہوا کہ جس کام کے کرنے کا پیغمبر نے حکم یا اجازت نہ دی ہو وہ امت کیلئے بہتر اور خیر نہیں ہو سکتا اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کو پیغمبر کی اطاعت سے مشروط کر دیا ہے حتی کہ ارشاد فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ۳۱)

کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کیلئے بھی صرف ایک ہی راستہ ہے جو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے ہو کر گزرتا ہے اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو تم لاکھ محبت کے دعوے کرتے رہو اللہ تعالیٰ تم سے ہرگز محبت نہیں کرے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ ارشاد فرمایا" من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" (النساء ۸۰)

کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہی اس شخص نے ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔

ہر امت کیلئے اس کے نبی کی زندگی نمونہ ہوتی ہے کیونکہ امت کے لحاظ سے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے راہنمائی ملتی ہے اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بھی امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ افضل ترین ہستی ہیں اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر (الاحزاب ۲۱)

کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے رسول اللہ ﷺ کی حیاۃ طیبہ میں کامل و اکمل نمونہ موجود ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں انسان کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی محمد رسول اللہ کی زندگی سے راہنمائی نہ ملے۔ خوشی غم، عُسر، یُسر، عبادات، معاملات، سماجی ضروریات، حتیٰ کہ زندگی کے ایک ایک شعبے میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں امتی کیلئے راہنمائی موجود ہے تبھی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۳)

کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا ہے

جس کا مفہوم واضح ہے کہ اب اس دین وشریعت میں نہ تو ذرہ برابر کمی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی شمہ برابر کوئی چیز اسمیں داخل کی جاسکتی ہے۔ اگر اسلام میں کسی کمی بیشی کی گنجائش ہوتی تو عرش والے کی طرف سے اس کی اکملیت کا اعلان نہ ہوتا۔

اس لئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"من ابتدع فی الاسلام بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالۃ لان اللہ تعالی یقول الیوم اکملت لکم دینکم فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا"

کہ جو شخص بھی اسلام میں کوئی نیا کام (بدعت) جاری کر کے اس کو نیکی خیال کرتا ہے کہ یہ اچھا کام ہے تو اس کا خیال وگمان یہ ہے کہ (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا گیا ہے (اب اگر اسمیں کسی نیک، اچھے کام کی کمی رہ گئی تھی تو یہ مکمل نہیں اور اگر یہ دین مکمل ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جان بوجھ کر اس نیکی کے کام کو نہیں بتایا۔ اس لئے ہر مومن مسلمان کو یہ جان لینا چاہیے (اور اپنے عقیدے وایمان کا حصہ بنا لینا چاہیے) کہ جو کام رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں دین کا حصہ نہیں تھا ہم اس کو آج بھی دین ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ خواہ وہ کام بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

ایسے ہی کاموں اور اعمال میں سے کہ جو رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں تو نہ تھے مگر اب کچھ لوگوں نے ان کو نیکی کے کام سمجھ کر ایجاد کر لیا ہے اور ثواب کی نیت سے ان کو اپنائے ہوئے ہیں ایک ربیع الاول کے مہینے میں میلاد النبی ﷺ کے نام سے رنگ وراگ کی محفلیں برپا کرنا، جلوس نکالنا، چراغاں کرنا اور کئی ایسے امور ایجاد کرنا بھی ہے جن کو لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ نیکی ہو ہی نہیں سکتی جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کی ہو یا اس کی اجازت نہ دی جیسا کہ ارشاد فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد. (بخاری ۳۷۱/۱)

کہ جو کام بھی پہلے ہماری شریعت میں نہ تھا کوئی اس کو شریعت و دین کے نام پر ایجاد کرے گا تو وہ اس کا عمل قبول نہیں ہوگا بلکہ رد ہو جائیگا۔

اب سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا یہ جشن میلاد والا عمل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھا؟ تو پورے کا پورا نبوی دور ہمیں ایسی مجلسوں سے اور جلسے جلوسوں سے خالی نظر آتا ہے۔ بلکہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"قدم النبی ﷺ المدینۃ ولھم یومان یلعبون فیھما فقال ما ھذا ن الیومان قالوا کنا نلعب فیھما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللہ ﷺ قد ابدلکم اللہ تعالی بھما خیرا منھما یوم الاضحی ویوم الفطر" (ابو داود ۱۶۸/۱، مشکوۃ ۱۲۶/۱)

کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو ان کیلئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے (خوشی مناتے) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں تو انہوں نے کہا ہم ان دونوں میں زمانہ جالیت سے کھیلتے (خوشیاں مناتے) چلے آرہے ہیں تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن تبدیل کر دیئے ہیں ایک عید الاضحیٰ کا دن ہے اور ایک عید الفطر کا دن ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کیلئے سال میں سالانہ خوشی کیلئے دو ہی دن ہیں اضحیٰ اور فطر کا اگر ربیع الاول والی خود ساختہ عید کو بھی اس میں شمار کریں تو یہ تین دن ہو گئے جو کہ رسول اللہ نے تو بیان نہیں فرمایا اب اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ بھی عید کا دن ہے تو پھر جیسے ذکر کیا جا چکا ہے لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ تیسرا دن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ بتا کر (معاذ اللہ) خیانت کی ہے (جس کا کوئی مومن تصور نہیں کر سکتا) اور یا پھر یہ دن اس انداز واطوار سے آپ کے زمانہ مبارک میں تو نہیں منایا گیا بلکہ بعد کی ایجاد ہے۔ تو اس لحاظ سے یہ بدعت ہوگا اور بدعت کے متعلق زبان نبوت سے یہ خبر جاری ہو چکی ہے:

کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار

کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائیگی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں یہ دن تریسٹھ مرتبہ آیا اور آپ کی نبوت والی زندگی میں یہ دن تیئس مرتبہ آیا مگر رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بھی نہ اہتمام سے کھانا پکوا کر تقسیم کیا نہ صحابہ کو جمع کر کے کوئی مجلس یا محفل منعقد کی نہ جھنڈیاں لگوائیں اور نہ ہی زیب و زینت کا اہتمام واظہار کیا گیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ سوموار کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذالک الیوم ولدت فیہ ویوم بعثت او انزل علی فیہ (مسلم ۱/۳۶۸)

اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن ہی مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

دیکھئے رسول اللہ ﷺ تو اس دن روزہ رکھیں اور ہم اسے عید کا نام دے لیں جبکہ یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ عید کے دن روزہ نہیں ہوتا۔ اور پھر آپ ﷺ سے محبت تو یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے اپنی ولادت کی مناسبت سے روزہ رکھا ہے ہمیں بھی چاہئے کہ ہر سوموار کو روزہ رکھیں نہ کہ سال بعد ایک دن انواع واقسام کے کھانوں کا بندوبست کر کے سنت رسول ﷺ کا مذاق اڑائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة (ترمذی)

جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت آپ کی سنت پر عمل کرنا ہے اور جنت میں آپ کی رفاقت کیلئے بھی آپ کی سنت کو اپنانا ضروری ہے۔ اور پھر اگر یہ عمل جو میلاد کے نام پر رواج پذیر ہے اگر دین میں اس کی کوئی اصل ہوتی تو صحابہ کرام تابعین عظام اور آئمہ محدثین بھی اس کو کرتے مگر اسلاف میں بھی اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دن 3 مرتبہ آیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دن 10 مرتبہ آیا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دن 12 مرتبہ آیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دن 6 مرتبہ آیا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ دن 19 مرتبہ آیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 70 مرتبہ آیا

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 54 مرتبہ آیا

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 86 مرتبہ آیا

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 73 مرتبہ آیا

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے دور حیات میں اس دن نے 62 مرتبہ چکر لگایا۔

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 55 مرتبہ گزرا۔

حضرت امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں یہ دن 73 مرتبہ گزارا

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس دن کو اپنی زندگی میں 70 مرتبہ گزارا

حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 88 مرتبہ آیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی یہ دن 91 مرتبہ آیا

ان کے علاوہ دوسرے بزرگان دین بھی ہیں جن کی زندگیوں میں یہ دن 12 ربیع الاول ہر سال آتا تھا مگر کسی بھی بزرگ، محدث، اور امام سے میلاد النبی ﷺ کے نام پر خرافات، لہو ولعب، اور کھیل کود کا کوئی وجود نہیں ملتا حتی کہ یہ میلاد منانے والے جو حنفی مقلد ہونے کا دعوی کرتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ان کی زندگی کے 70 سالوں میں ایک مرتبہ بھی میلاد کے جلوس کا ثبوت نہیں دے سکتے اب یا تو ان لوگوں کو میلاد منانا چھوڑ دینا چاہیے یا پھر حنفی نہیں کہلانا چاہیئے بلکہ اپنے سوا دوسروں کو غیر مقلد کا طعنہ دینا بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ حالانکہ تقلید کوئی اس قابل تو چیز ہے نہیں کہ جس کے چھوٹ جانے سے کسی کو مورد الزام ٹھہرایا جائے یہ تو خود گمراہی ہے بلکہ گمراہی کی بھی جڑ ہے۔

واھرب عن التقلید فھو ضلالة

ان المقلد فی سبیل الھالک

تقلید کی مکمل تفصیل راقم کی کتاب "خرافات حنفیت اور احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف" میں دیکھی جا سکتی ہے یہاں اس کا محل نہیں ہے۔

میلادالنبی کی ابتداء:

گذشتہ ساری بحث سے یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ جشن میلاد النبی کا وجود زمانہ نبوت، دور خلفائے راشدین اور بعد میں آنے والے محدثین و آئمہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگیوں میں نہیں تھا۔ اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس رسم یا بدعت کا آغاز کب ہوا؟

بدعت کیا ھے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جشن میلاد کی بدعت کی ابتداء جاننے سے پہلے بدعت کا معنی و مفہوم سمجھ لیا جائے تا کہ اس جشن کی حقیقت کو سمجھنا اور پھر اس سے بچنا آسان وسہل ہو جائے۔ عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں بدعت کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"البدعة ج البدع ما احدث علی غیر مثال سابق" (المنجد عربی ص 29)

یعنی وہ چیز یا کام جو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنایا جائے ایجاد کیا جائے بدعت کہلائے گا۔

القاموس المحیط میں یوں مرقوم ہے "البدعة بالکسر الحدث فی الدین بعد الاکمال او ما استحدث بعد النبی ﷺ من الاهواء والاعمال" (قاموس ج ۳ ص ۴)

بدعت اس کو کہتے ہیں جو دین کی تکمیل کے بعد ایجاد کی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات اور اعمال سے بنالی جائے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بدعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے البدعة کل شئی عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ (مرقاۃ ج ا ص ۲۱۶)

کہ ہر اس چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جو کسی سابقہ مثال کے بغیر ہو اور شریعت میں ہر وہ چیز یا عمل بدعت کہلاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں اس کو شروع کر لیا جائے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بدیع السموت والارض کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو نئے سرے سے بنانے والا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی پہلے کوئی مثال نقشہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ جس عمل یا کام کی اصل شریعت محمدیہ میں نہ ہو اس کو دین کے نام پر ثواب سمجھ کر کرنا دین میں بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت اور بدعتی کا انجام:

بدعت کے متعلق تو پہلے حدیث مبارکہ درج کی جا چکی ہے کہ "من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد" کہ جو بھی کام دین میں نیا ایجاد کیا جائیگا وہ مردود ہے۔ اور زبان نبوت سے یہ فرمان بھی جاری ہوا:

کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار

کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائیگی۔

اس طرح بدعتی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابی الله ان یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته (ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل)

کہ جب تک بدعتی آدمی بدعت کرنا نہیں چھوڑتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔

ایک دوسری حدیث جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں امام کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں

لا یقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهاد ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کماتخرج الشعرة من العجین (ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل)

اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کے روزے، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد اور نفلی وفرضی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا۔ اور بدعتی آدمی اس طرح اسلام سے نکل جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال (آسانی سے) نکل جاتا ہے۔

برادران اسلام

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بدعت اتنا بڑا برا عمل ہے کہ جو آدمی کے جہنم میں جانے کا سبب ہے اور بدعت کی نحوست یا جرم کی وجہ سے انسان کی نماز، روزہ جیسی بڑی بڑی نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل نہیں کر پاتیں۔ اس لئے ہم سب کو چاہیئے کہ ہم ہر قسم کی بدعات سے اجتناب کریں تا کہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی سے بچ سکیں۔ آمین

گذشتہ سطور میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جشن میلاد کا وجود رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہ تھا اور جو کام آپ کے زمانہ میں نہ ہو بلکہ بعد کی ایجاد ہو وہ بدعت کہلاتا ہے۔ یہ جو جشن میلاد کے نام پر ہر سال نئی نئی بدعات رواج پاتی ہیں۔ اور نہ کرنے والوں کو کوسنے دیئے جاتے ہیں اس کا آغاز ساتویں ہجری میں ہوا۔ اور اس کا ایجاد و آغاز کرنے والا اربل کا حکمران ابوسعید تھا۔ جیسا کہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں

"اول من احدث فعل ذالک صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کو کبوری بن زین الدین علی بن بکتکین (حاوی للفتاوی ۱/۲۵۲) سب سے پہلے اس بدعت کو اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابوسعید کوکبوری نے ایجاد کیا۔

جشن میلاد کے دو ھیرو

اب جو عمل اسلام کے ابتدائی چھ سو سال تک موجود نہیں تھا وہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے اور اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اگر چہ امور دین میں کمی بیشی کرنے والا کوئی بڑا نیک سیرت و کردار، متقی پرہیز گار، اور نیک نیت ہی کیوں نہ ہو اس کی نیکی کی بنیاد پر امور دین میں اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مداخلت نہ صرف نہ برداشت نہیں بلکہ پسند بھی نہیں کیونکہ امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت فرمانے کے ساتھ ہی باقی تمام نبوتیں منسوخ اور قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد باقی سب کتب کالعدم جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بھی اس کی دلیل ملتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور ان کے ہاتھ میں توراۃ کا ایک ورق تھا رسول اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے:

"ھذہ نسخة من التوراة"

رسول اللہ ﷺ خاموش ہیں آپ نے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کردیا تو: ووجه رسول الله ﷺ يتغير اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ دلائی اور فرمایا:

" ثكلتك الثواكل ماترى بوجه رسول الله ﷺ "

کہ عمر تو گم ہوجائے کیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتا جب حضرت عمر رضی اللہ نے دیکھا تو فوراً توراۃ کا ورق چھوڑ کر اپنی پوزیشن صاف کرنے کیلئے عرض کیا:

"رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا."

آقا یہ ورق تو اچانک میرے ہاتھ لگا اور میں نے اس کا مطالعہ شروع کردیا ورنہ میں اللہ تعالیٰ کے رب اسلام کے دین اور آپ محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

برادران اسلام:

بات اگر اتنی بھی رہتی تو کافی تھی مگر امام کائنات ﷺ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا عمر یہ توراۃ کا ایک ورق تھا:

لو بدالكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل (دارمی ۱/۱۲۶، مشکوة ۱/۳۲)

اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوکر اس دنیا میں دوبارہ تشریف لے آئیں تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرلو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہوجاؤ گے۔

دیکھئے توراۃ ایک آسمانی کتاب ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت جلیل القدر پیغمبر ہیں قرآن مجید اور صاحب قرآن پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے مقابلے میں ان کے احکام پر عمل نہیں کیا جاسکتا تو جو نبی بھی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی کے مطابق شیطان کا بھائی ہو اس کے جاری کردہ امور واعمال کو شریعت کا حصہ اور باعث اجرو ثواب کیونکر سمجھا جاسکتا ہے۔

جشن میلاد اگرچہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر ہوتا رہا اور اس میں کئی قسم کی تبدیلیاں آتی رہیں لیکن ایک کام اس موقعہ پر ابتداء دن سے ہی کہ جب سے یہ بدعت جاری ہوئی تھی مسلسل چلا آرہا ہے اور وہ ہے گانا، بجانا، موسیقی اور لھو ولعب کے مظاہرے کیونکہ اس کے موجد ابو سعید کوکبوری نے انہی امور خبیثہ سے اس کا آغاز کیا تھا جشن میلاد کی ایجاد اور اس کے جواز کیلئے کوشش کرنے والوں میں دو نام ہی نمایاں ہیں:

ہیرو نمبر 1:

ایک تو ہے اس کا موجد الملک المظفر ابو سعید کوکبوری جس نے اس کا آغاز کیا جب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس کا کردار کیا تھا تو یہ بات روز روشن کی طرح ہم پہ واضح ہوجاتی ہے کہ یہ بادشاہ ایک فضول خرچ، لھو ولعب، سے نہ صرف کہ محبت کرنے والا بلکہ بوقت ضرورت خود بھی ناچنے والا تھا جیسا کہ بہت سی کتب میں اس کی تصریح ہے مگر اختصار کے پیش نظر چند ایک حوالہ جات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اور اس موقعہ پر جو فضول خرچی اور گانے ناچنے کا پروگرام ہوتا اس کے متعلق ایک چشم دید گواہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حكى بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد كان يمد في ذالك السماط خمسة آلاف راس مشوى وعشرة آلاف دجاجة ومائة الف زبدية وثلاثين الف صحن حلوى قال وكان عنده في المولد اعيان العلماء والصوفية فيخلع عليهم ويطلق لهم ويعمل للصوفية سماعا من الظهر الى الفجر ويرقص بنفسه معهم (البداية والنهاية ۱۳/۱۳۷)

کہ ایک آدمی جو ایک سال اس کی اس محفل میلاد میں شریک ہوا تھا بیان کرتا ہے کہ اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پیالے، اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اور اس محفل کے موقعہ پر بڑے بڑے علماء اور صوفی لوگ جمع ہوتے تھے جن کے ساتھ یہ محفل منعقد کرتا اور ظہر سے فجر تک صوفیوں کے ساتھ اس کی محفل ہوتی جس میں یہ خود بھی رقص کرتا تھا۔

ابن خلکان نے بھی اس فضول خرچ بادشاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے

ويتقدم مظفر الدين بنصب قباب من الخشب كل قبة اربع او خمس طبقات ويعمل مقدار عشرين قبة واكثر منها قبة له والباقي للامراء واعيان دولته لكل واحد قبة فاذا كان اول صفر زينو تلك القباب بانواع الزينة الفاخرة المستجملة وقعد في كل قبة جوق من المغاني وجوق من ارباب الخيال ومن اصحاب الملاهي ولم يتركوا طبقة من تلك الطباق في كل قبة حتى رتبوا فيها جوقا وتبطل معايش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الناس فی تلک المدة وما یبقی لهم شغل التفرج والدوران علیهم وکانت القباب منصوبة من باب القلعة الی باب الخانقاه المجاورة للمیدان فکان مظفر الدین ینزل کل یوم بعد صلوٰة العصر یقف علی قبة قبة الی آخرها ویسمع غناء هم ویتفرج علی خیالاتهم وما یفعلونه فی القباب (وفیات الاعیان ۱۱۸/۶)

اس طویل اقتباس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں کہ مظفر الدین (بادشاہ) لکڑی کے بیس قبے تیار کرواتا جن میں سے ہر ایک قبے میں چار پانچ منزلیں ہوتیں ایک بڑا قبہ اس کے اپنے لئے ہوتا اور باقی دوسرے ارکان حکومت کیلئے جب صفر کا آغاز ہوتا تو ان قبوں کو ہر قسم کے اسباب زینت سے سجادیا جاتا پھر ایک ایک قبے میں گانے والوں، بھانڈوں، میراثیوں، کی ایک ایک ٹولی بٹھا دی جاتی ان دنوں میں لوگ اپنے کاروبار بالکل ٹھپ کر کے ادھر ہی گھومتے رہتے۔ (آوارہ گردی کے لئے سامان تعیش جو موجود ہوتا تھا) عصر کی نماز کے بعد بادشاہ تمام قبوں میں ہر ایک قبے میں تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے جاتا اور گانا وغیرہ سنتا۔

برادران اسلام:

یہ ہے اس بادشاہ کا کردار جس نے سب سے پہلے بدعت میلاد کا اہتمام کیا اور پھر کس قدر افسوس ہے کہ جن فضول اور واہیات بیہودہ کاموں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی پیغمبر کی ولادت کا نام لیکر ساری خرافات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بھلا جو بادشاہ کنجریوں، بھانڈوں، میراثیوں اور گویوں کا نہ صرف کہ دلدادہ ہو بلکہ خود ان کے ساتھ ناچے بھی اس کو رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق خاطر ہوسکتا ہے۔ گذشتہ سطور میں البدایہ والنھایۃ کے حوالے سے بھی گزرا ہے کہ وہ بادشاہ ناچا کرتا تھا اب آپ امام سیوطی کی زبانی سنئے: فرماتے ہیں

”وقال سبط ابن الجوزی فی مرآة الزمان کہ سبط ابن جوزی نے مراۃ الزمان میں یہ فرمایا ہے کہ وہ بادشاہ اتنا فضول خرچ تھا کہ اس کے دسترخوان پر 5000 بھنے ہوئے سر، دس ہزار مرغیوں، ایک سو گھوڑوں، ایک لاکھ پیالوں اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹوں کا اہتمام ہوتا تھا اور اسکے پاس محفل میلاد کے موقعہ پر بڑے بڑے دنیادار علماء اور صوفی شریک ہوتے تھے۔

”ویعمل للصوفیة سماعا من الظهر الی الفجر ویرقص بنفسه معهم وکان یصرف علی المولد فی کل سنة ثلثمائة الف دینار (الحاوی للفتاوی ۲۵۲/۱)

اور صوفیوں کیلئے ظہر سے فجر تک محفل سماع (قوالی کی مجلس) کا اہتمام ہوتا جس میں وہ بادشاہ خود بھی ان کے ساتھ ناچتا اور اسی طرح وہ ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار تک خرچ کرتا تھا۔

عزیز قارئین:

اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس کوکبوری جیسے عیاش بادشاہ کی ایجاد کردہ ایک بدعت کو بنظر تحسین دیکھیں یا امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کو اپنالیں۔

جشن میلاد کا ھیرو نمبر 2:

علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظمت ومقام عطا فرمایا ہے ان کو یہ تمغہ بھی ملا۔

”انما یخشی الله من عباده العلماء“

اور زبان نبوت سے یہ اعلان ہوا العلماء ورثة الانبیاء: مگر ہر دور میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہے کہ جنہوں نے اپنے دلوں سے خوف خدا نکال کر اور وراثت نبوت کی قدر نہ کرتے ہوئے دنیاوی منفعت اور حشمت و جاہ کیلئے وقت کے حکمرانوں کے باطل وغلط نظریات کی ناصرف تائید وحمایت کی بلکہ ان کو شریعت کی ڈھال میں بھی پناہ دینے کی کوشش کی اگرچہ وہ جھوٹ پر ہی مبنی کیوں نہ ہو (جیسا کہ ابھی گذشتہ دنوں میں ایک صوبائی وزیر نے حلف اٹھانے کے دوسرے دن ہی یہ فرمان وزارت جاری کیا کہ ریفرنڈم انبیاء کی سنت ہے کیونکہ ان دنوں جنرل پرویز مشرف کے ریفرنڈم کا بہت زور شور تھا۔ معلوم ہوتا ہے یہ مفتی غلام سرور قادری مفت ای ہے ورنہ اس کو معلوم ہوتا کہ احد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد کثرت رائے کا احترام کرتے ہوئے ہتھیار سجانا اور پھر صحابہ کرام کے معذرت کرنے پر یہ ارشاد فرمانا کہ پہلے میں تمہیں یہی بات کہتا تھا مگر تمہارا جوش و جذبہ تھا اب میں چونکہ ہتھیار پہن چکا ہوں اس لئے کسی نبی کے شایان شان نہیں وہ ہتھیار پہن کر بغیر جنگ کئے اتار دے۔ مگر 30 اپریل 2002ء کو پاکستانی عوام کی اکثریت نے جس طرح ریفرنڈم کی گت سنواری ہے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مگر جنرل صاب پھر بھی عوامی رائے کے احترام میں کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ بہر حال یہاں تفصیل کا محل نہیں۔ یہ خبر ایک الگ موضوع کی متقاضی ہے۔ بتا صرف یہ رہا تھا کہ بعض لوگ دنیاوی فائدے کیلئے جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

اسی طرح ابو سعید کوکبوری کے ان مسرفانہ اور عیاشانہ امور کو ثواب ثابت کرنے کیلئے ایک دنیادار لالچی اور جھوٹے مولوی ابو الخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ الکلبی نے التنویر فی مولد السراج المنیر کے نام سے کتاب لکھ ماری تا کہ بادشاہ کی عیاشیوں کیلئے دلیل جواز قائم کی جا سکے اور پھر ایسا ہوا بھی کہ بادشاہ نے یہ کتاب دیکھ کر اس مولوی کا منہ انعام سے بند کر دیا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا ہے:

وقد صنف له الشیخ ابو الخطاب بن دحیة مجلدا فی المولد النبوی سماه (التنویر فی مولد البشیر النذیر) فاجازه علی ذالک بالف دینار. (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

اور بے شک ابو خطاب ابن دحیہ نے اس بادشاہ کے لئے ایک کتاب لکھی جس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا تو کوکبوری بادشاہ نے اس کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہ بات احمد بن خلکان نے بھی لکھی ہے (وفیات الاعیان ۴/۱۱۹)

قارئین:

یہ تو آپ معلوم کر چکے کہ بدعت میلاد کا موجد اربل کا بادشاہ ابوسعید کوکبوری تھا اور اس کی تائید کرنے والا ابن دحیہ کلبی تھا ابوسعید کوکبوری کے متعلق آپ کو گذشتہ سطور سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وہ ایک عیاش اور فضول خرچ آدمی تھا اب ہم آپ کو اس کی تائید کرنے والے ابن دحیہ کلبی کے متعلق بتاتے ہیں:

ابن دحیہ کلبی کذاب:

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وقال ابن النجار رایت الناس مجتمعین علی کذبه وضعفه وادعائه سماع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقه (لسان المیزان: ۴/۲۹۵)

کہ ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس بات پر متفق تھے کہ وہ (ابن دحیہ کلبی) جھوٹا ہے اور ضعیف ہے اور جس سے اس نے نہیں سنا اس سے سماع کا دعویدار ہے اور جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی اس سے بھی اپنی ملاقات ظاہر کرتا ہے۔

اور پھر اس جھوٹ کا ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ ابوالعلاء اصبہانی علی بن حسن بیان کرتے ہیں کہ میرے ابو ابن دحیہ کا بہت احترام کرتے تھے ایک دن یہ میرے ابو کے پاس حاضر ہوا:

ومعه سجادة فقبلها ووضعها بين يديه وقال صليت على هذه السجادة كذا كذا الف ركعة وختمت القرآن في جوف الكعبة مرات .

اور اس کے پاس ایک مصلی تھا جس کو اس نے چوم کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ اس مصلی پر میں نے تقریبا ایک ہزار رکعت نماز پڑھی ہے اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر اس پر کئی قرآن مجید ختم کئے ہیں۔ ابوجان نے بڑے تپاک اور محبت سے اس مصلی کو چوما اور اس سے قبول کر لیا۔

جب پچھلا پہر ہوا تو ایک اصبہانی بزرگ آئے اور انہوں نے بتایا کہ اس ابن دحیہ نے آج بازار سے ایک بہت خوبصورت مصلی خریدا ہے

فامر والدی باحضار السجادة فقال الرجل ای والله هذه فسكت والدی وسقط ابن دحیه من عینه (لسان المیزان ۴/۲۹۶)

تو میرے ابو نے وہ مصلی منگوا کر اس بزرگ کو دیکھایا تو انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم یہ وہی مصلی ہے جو ابن دحیہ نے بازار سے خریدا تھا تو اس کی بات سن کر ابوجان خاموش ہوگئے اور اس کے بعد ابن دحیہ کا احترام ان کی آنکھوں (دل) میں نہ رہا۔

دو قدم آگے:

ابن دحیہ نا صرف کہ خود جھوٹ بولتا تھا بلکہ دوسروں کو بھی اکساتا تھا کہ آپ بھی دنیاوی عزت و وقار کیلئے جھوٹ بولا کرو ایسا ہی ایک واقعہ الحافظ ابوالحسن بن فضل کے ساتھ پیش آیا جو ان ہی کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

كنا بحضرة السلطان في مجلس عام وهناك ابن دحية فسألني السلطان عن حديث فذكرته له فقال لي من رواه فلم يحضرني اسناده في الحال فانفصلنا فاجتمع بي ابن دحية في الطريق فقال لي ماضرك لما سالك السلطان عن اسناد ذاك الحديث لم تذكر له اي اسناد شئت فانه ومن حضر مجلسه لا يعلمون هل هو صحيح ام لا وقد كنت بحت قولك لا اعلم وتعظم في عينه وعين الحاضرين قال فعلمت انه متهاون جرى على الكذب (لسان الميزان ۴/۲۹۴)

ایک دفعہ میں بادشاہ کی عام مجلس میں حاضر تھا وہاں ابن دحیہ بھی موجود تھا بادشاہ نے مجھ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو میں نے وہ حدیث ان کو بتادی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس کو کس نے روایت کیا ہے تو مجھے اس وقت اس کی سند یاد نہ آئی جب ہم وہاں سے اٹھ آئے۔

تو راستے میں مجھے ابن دحیہ کلبی ملا اس نے کہا کہ تو نے بادشاہ کے سامنے کوئی سی سند ذکر کر دیتا تھی اس سے بادشاہ اور عوام کی نظروں میں تیری عزت بن جاتی ان (بادشاہ اور حاضرین) کو کیا علم ہونا تھا کہ یہ صحیح ہے یا غلط (حافظ ابوالحسن فرماتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ یہ آدمی لاپرواہ اور بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے والا ہے۔

قارئین اندازہ کریں کہ کس قدر جھوٹا آدمی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی جھوٹ پر آمادہ کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے اپنا عزت و وقار اور عبادت گزاری کا ڈھونگ رچاتا ہے۔

بدزبان:

یہیں پہ بس نہیں بلکہ بڑا منہ پھٹ اور بدزبان تھا چنانچہ امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وله كتب نفيسه وكان ظاهري المذهب كثير الوقيعة في الائمة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر قليل النظر في امور الدين متهاونا. (لسان الميزان ۴/۲۹۶)

اس کی بہت عمدہ کتابیں ہیں ظاہری مذہب رکھتا تھا اور آئمہ کرام اور علمائے اسلاف کے متعلق بہت زیادہ عیب جوئی کرتا تھا۔ گندی زبان والا، پرلے درجے کا بیوقوف۔ متکبر اور دینی معاملات میں لاپرواہ تھا۔

جھوٹی حدیثیں گھڑنا:

ابوالخطاب ابن دحیہ کلبی کے متعلق لسان المیزان کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ دنیاوی عزت کی خاطر جھوٹ بولنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا تھا بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دلاتا تھا کہ اگر جھوٹ بولنے سے لوگوں کی نظر میں احترام و عزت بڑھتی ہے تو ایسا کرنا چاہیے لیکن آیئے آپ کو بتائیں کہ یہ نا صرف کہ اسنادیا عام معاملات میں جھوٹ بولتا تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر بھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں ہچکچاتا۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وضرب يلجئون الى اقامة دليل على ما افتوا به بآرائهم فيضعون وقيل ان الحافظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابا الخطاب بن دحية كان يفعل ذالك و كانه الذي وضع الحديث في قصر المغرب (تدريب الرواى ۱/۲۸۶)

کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی آراء اور فتاویٰ کو ثابت کرنے کیلئے حدیثیں گھڑ لیتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ابو خطاب ابن دحیہ بھی ان میں سے ایک تھا اور اس نے مغرب کی نماز میں قصر کے متعلق بھی حدیث گھڑی۔ یہ ہے وہ شخص جس نے سب سے پہلے بدعت میلاد کی تائید میں کتاب لکھ کر ایک ہزار دینار حاصل کیا تھا اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے میں بھی ید طولی رکھتا تھا حالانکہ ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار.

کہ جو آدمی مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

برادران اسلام:

یہ تھی کل کائنات میلاد منانے اور اسکی تائید کرنے والوں کی کہ ایک ویسے ہی عیاش اور فضول خرچ ہے اور دوسرا متکبر، دریدہ دہن کذاب اور وضاع الحدیث ہے یہ تو تاریخ میلاد کے حوالہ سے گفتگو تھی اب آیئے دیکھیے کہ عقلی طور پر بھی اس موقعہ پر جشن اور رنگ و راگ کی محفلوں کا کوئی جواز اور گنجائش ہے؟ کیونکہ ایک تو رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول کی 9 تاریخ کو پیدا ہوئے اگرچہ اس میں علماء کا اختلاف ہے مگر راجح مسلک یہی ہے (مضمون کی طوالت کی وجہ سے اس کی مکمل بحث چھوڑ دی ہے) اور 12 ربیع الاول کو فوت ہوئے اب کوئی بھی عقلمند انسان اس واقعہ پر خوشی کا اظہار نہیں کرسکتا کیونکہ موت کا صدمہ تو بہر حال پیدائش کی خوشی سے بعد کا ہے جبکہ 12 ربیع الاول کی وفات پر سبھی متفق ہیں۔

اور پھر غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اتنے غمزدہ ہیں کہ زمانہ ان کے غم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں قیامت برپا تھی اور آج ہم خوشیاں مناتے ہیں جلوس محفلوں کا انعقاد ہوتا ہے گانے باجے پٹاخے اور تمام قسم کی تخریبی رسومات کے ساتھ اس دن جلوس نکالے جاتے ہیں۔ نئے رنگ برنگے ملبوسات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ دھوم دھام سے مٹھایاں تقسیم کی جاتی ہیں عید جیسی خوشیاں منائی جاتی ہیں اگر جشن میلاد و منانا نیکی ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے ضرور مناتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ آنسو نہ بہاتے حضرت عمر فاروقؓ جذبات کے ہاتھوں مغلوب نہ ہوتے۔ حضرت انسؓ اس دن کو تاریک و قبیح نہ کہتے ازواج مطہرات کی دنیا تاریک نہ ہوتی اور حضرت فاطمہؓ کو اتنا صدمہ نہ پہنچتا کہ وہ کہہ دیتیں:

صبت علي مصائب لو انها
صبت على الايام صرن لياليا

ویسے بھی اس میں اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمت ہے کہ جتنے دنوں کو بھی مسلمانوں میں محترم سمجھا جاتا ہے ان سب کی تواریخ کو اللہ تعالیٰ نے مشتبہ کردیا ہے تاکہ لوگ اس دن کی مناسبت سے بدعات و خرافات کا شکار نہ ہو جائیں۔ مثلاً لیلۃ القدر، شب معراج، ولادت مصطفیٰ، کہ اگر کوئی آدمی ان ایام کی مناسبت سے غلط کام کرتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دنوں کے تقدس کو برقرار رکھتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی تاریخ یا دن ہے جیسا کہ رسول اللہ کو لوگ گالی دیتے ہوئے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے۔ معاذ اللہ۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام محمد ﷺ ہے اس طرح اللہ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ کر دیا ہے اس طرح تواریخ کے اشتباہ سے اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ایام کے تقدس کو پائمال ہونے سے بچالیا ہے۔

کیا ہم جشن منانے کا حق رکھتے ہیں:

برادران اسلام:

یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ خوشی ہمیشہ وہ قومیں منایا کرتی ہیں جو مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔ آیئے غور کیجئے کہ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ خوشی تو ان کو ہو جن کی زندگیوں میں پیغمبر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے انقلاب آیا اور ان کی زندگیاں سنور گئیں۔ مگر جن کی وضع قطع، بود و باش، رہن سہن، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا حتی کہ نماز روزہ، اذان، خوشی، غمی، ایک ایک عمل رسول اللہ کی سنت اور آپ کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہو اس قوم کو ولادت کے جشن منانے کا کوئی حق ہے؟

ربیع الاول میں آنے والے سے محبت کا دعوی کرنے والو ان کی یاد میں عید میلاد اور مجلسوں کا انعقاد کر کے مدح وثناء کی صدائیں بلند کرنیوالو کیا تمہیں یاد نہیں کہ جس کی یاد میں تم مجلس منعقد کرتے ہو جس کی محبت کا تمہاری زبان دعوی کرتی ہے جس کی یاد میں تم جلوس نکالتے ہو اس کی فراموشی کیلئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے جس کی محبت میں تمہاری زبانیں زمزمہ سرا ہیں اس کی عزت و ناموس کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے۔ وہ تو دنیا میں اس لئے آئے تھے کہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ پر چلائے۔ مگر افسوس تم نے ان کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ان کے پیغام سے منہ پھیر لیا۔ ان کی بات پہ کان نہ دھرا اس کے اسوہ حسنہ کو نہ اپنایا ان کی زندگی کو مشعل راہ نہ بنایا لیکن ان کی یاد میں جشن و جلوس کا اہتمام کر کے سمجھے کہ ہم نے محبت کا حق ادا کر دیا ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں اس پیغمبر صادق و مصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا

من احب سنتي فقد احبني و من احبني كان معي في الجنة

کہ مجھ سے اس کو محبت ہے جس کو میری سنت سے محبت ہے۔ آج سنت سے نفرت کرتے ہو اور اس کی شخصیت سے محبت کا دم بھرتے ہو۔

تعصي الرسول و تظهر حبه
ذالک في الزمان بديع
لو كان حبك صادقا لاطعته
ان المحب لمن يحب مطيع

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com